تعلیم وتربیت اور تزکیۂ نفوس کے چند حکیمانہ واقعات

مولانا عبدالرؤف رحمانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تزکیۂ نفس کا چھٹا شاندار واقعہ:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلب کو بھی سادگی پسند، قناعت گزار اور سادہ مزاج بنا دیا تھا، آپ ہر چند خلیفۂ ثانی تھے، مگر عیش وعشرت اور تنعم کا ان کے پاس گزر نہیں تھا، خلیفۂ وقت ہوتے ہوئے بھی اسلام کی ترقی وسر بلندی کے سوا ان کے دل میں کوئی جذبہ نہیں تھا۔

بیت المقدس کے سفر کا واقعہ ہے کہ جب بیت المقدس کے پادری نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ کو صحابہ کرام کے مشورے سے بیت المقدس کا سفر کرنا پڑا اور ایک ہی اونٹ پر ایک طرف آپ سوار تھے اور دوسری طرف ستو، کھجور، آٹا اور زیتون وغیرہ سامان سفر رکھا، سفر میں آپ کے ساتھ آپ کا غلام بھی تھا، کچھ متعین منزل تک آپ سوار ہوتے، غلام نکیل پکڑ کر چلتا، پھر کچھ دور آپ نکیل پکڑ کر چلتے اور غلام سوار ہو کر چلتا، یہ ایک بڑی منزل کے لئے شاہی سفر تھا، لیکن آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ دوسری اونٹنی غلام کی سواری کے لئے نہیں لی گئی، جب بیت المقدس کے قریب ہوئے تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کچھ سپاہیوں کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور افسروں سے مشورہ کر کے آپ کو ایک نیا قیمتی جوڑا پہننے کے لئے اور ایک بہترین گھوڑا سواری کے لئے پیش کیا، لوگوں کے مشورے کے مطابق آپ نے کپڑا پہن لیا اور ایک دو منٹ کے لئے گھوڑے کی سواری کر لی، پھر اس کے بعد فرمایا: ”یہ گھوڑا بہت شوخیاں کر رہا ہے اور اس کپڑے سے مجھے تکبر کی بو آتی ہے، لہٰذا میں اپنے ہی کپڑے پہن کر چلوں گا“، چنانچہ آپ سواری سے اتر کر آئے اور اپنا وہ پرانا کپڑا پہنا جس میں بہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ۱۴،۱۴ پیوند لگے تھے اور ہر پیوند کا رنگ ایک دوسرے سے مختلف تھا، کسی ٹکڑے کا رنگ سیاہ، کسی کا سرخ اور کسی کا سبز تھا، اس حالت میں آپ بیت المقدس تشریف لے گئے، جب پوپ کے قریب پہنچے تو سواری کی باری افلح غلام کی آئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غلام نے بہت ضد اور اصرار کیا کہ اب آپ بیت المقدس میں داخل ہو رہے

ہیں، لوگوں کی نظریں آپ پر لگی ہیں، آپ سوار ہو جائیں، نکیل میں پکڑ کر چلوں گا، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ راضی نہیں ہوئے، فرمایا: باری تمہاری ہے، تم سوار رہو، میں نکیل پکڑوں گا، اس عالم میں جب پادری کے پاس پہنچے تو وہ پہچان نہ سکا، اسلامی افواج نے بڑے زور سے غلغلہ بلند کیا اور پکارا کہ قد جاء أمير المومنين !امیر المومنین آپہنچے، پادری نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا کہ امیر المومنین کون ہے؟ جو سوار ہے وہ، یا جو نکیل پکڑے ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جو نکیل پکڑے ہیں، وہی امیر المومنین ہیں اور جو سوار ہے، وہ غلام ہے، یہ سنتے ہی اس پادری کے ہوش جاتے رہے اور بے ہوش ہو گیا، لوگ اس کو پانی کے چھینٹے وغیرہ ڈال کر ہوش میں لائے تو اس نے کہا کہ "ہماری کتابوں میں جو حلیہ لکھا ہے، یہ اس کے عین مطابق ہے، لہٰذا ہم اس شخص کو بیت المقدس کی کنجی دے رہے ہیں، یہی فاتح بیت المقدس ہے۔" (۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس واقعے میں کس قدر قناعت و سادگی ہے کہ انہوں نے اپنے اس اہم سفر میں نہ جاہ و حشم کا خیال کیا، نہ فوج و سپاہ کا کوئی دستہ لیا، نہ غلاموں اور ملازموں کی کوئی قطار رکھی، نہ قیمتی کپڑوں کا استعمال کیا، نہ کوئی عمدہ سواری تلاش کی، کوئی کروفر نہیں، کوئی شاہی ٹھاٹ باٹ نہیں، دل و دماغ کو زہد و قناعت سے آسودہ رکھا اور کسی طرح کی حرص و طمع کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی، یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور تزکیۂ نفس کا کمال تھا۔

حسن تربیت کا ساتواں واقعہ:...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اور بھی نادر واقعہ سنانے کے قابل ہے، وہ یہ ہے کہ آپ کبھی کبھی اپنے غلام اسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں رات کو گشت کیا کرتے تھے، تا کہ اہل مدینہ کے حالات اور رعایا کے خیالات سے براہ راست واقف ہو سکیں، آپ کو ایک مکان سے بچوں کے رونے کی آواز سنائی دی، ٹھہر گئے اور بچوں کی ماں سے ان کے رونے کا سبب دریافت کیا کہ وہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ گھر کی بوڑھی ماں نے جواب دیا، تجھ کو اس سے کیا مطلب؟ تم اپنی راہ لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر آگے بڑھ گئے، پھر جب واپس ہوئے تو دیکھا کہ بچے ابھی تک رو رہے ہیں، آپ سے رہا نہ گیا، سوال کیا کہ یہ بچے ابھی تک رو رہے ہیں اور روتے چلے جا رہے ہیں، آخر سبب کیا ہے؟ تو عورت نے جواب دیا کہ بات دراصل یہ ہے کہ قبل از وقت میں ان بچوں کا دودھ چھڑا رہی ہوں، کیوں کہ دودھ چھوڑنے کے بعد ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بچوں کو وظیفہ دیتے ہیں، ایام رضاعت میں نہیں دیتے، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اسلم رضی اللہ عنہ واپس آئے اور سیدھے بیت المال میں گئے، وہاں سے کچھ آٹا، کھجور اور زیتون کا تیل وغیرہ لے کر سب کو ایک گٹھڑی میں باندھا اور اپنے غلام اسلم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس کو میری گردن پر رکھ دو، غلام نے کہا: "نہیں حضور، میں حاضر ہوں، آپ کیوں اپنی گردن پر رکھ کر لے چلیں گے، میری گردن پر رکھ دیجئے، میں خود لے کر چلوں گا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غلطی میں نے کی ہے اور میری وجہ سے بچے رو رہے ہیں اور قبل از وقت ان کا دودھ چھڑایا جا رہا ہے، اس لئے گناہوں کا یہ بوجھ میں لے جاؤں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اس مکان تک پہنچے تو سامان اندر رکھا اور آگ جلانے کی کوشش کی، تا کہ کوئی چیز پکا کر بچوں کو کھلا دیں، آپ نے جب آگ جلانا شروع کیا تو اس کا دھواں آپ کی داڑھی

کے بیچ سے نکل رہا تھا، ان کا غلام اسلم رضی اللہ عنہ جو اس واقعے کا عینی شاہد ہے، خود اس کی روایت ہے: رأیت الدخان یخرج من خلال لحیته "یعنی میں نے خود ان کی داڑھی سے دھوئیں کو نکلتے ہوئے دیکھا۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے چہروں پر مشروع و مسنون داڑھیاں رکھتے تھے، آج کل کی طرح فرنچ کٹ داڑھی کا وجود نہیں تھا، آپ نے آٹا، زیتون اور کھجور گھونٹ گھانٹ کر حلوہ بنا کر ان بچوں کو کھلایا، جب بچے کھا پی کر آسودہ ہوگئے تو کھیلنے اور ہنسنے لگے، پھر آپ جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو اس عورت نے اپنا یہ تاثر ظاہر کیا کہ امیر المومنین تم کو ہونا چاہئے تھا، ہر ایک کی خبر گیری اور دادرسی کر سکتے ہو، نہ کہ عمر رضی اللہ عنہ کو۔

یہ واقعہ سیرۃ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے۔

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل بڑا پاکیزہ اور صاف تھا اور وہ اپنی رعایا کے بڑے ہی خیر خواہ تھے، آپ بہت ہی متواضع تھے، آپ کے دل میں کبر و نخوت اور غرور کا ذرا بھی شائبہ نہیں تھا کہ بیت المال سے غلے کی گٹھڑی خود گردن پر لاد کر لے گئے اور اپنے غلام اسلم رضی اللہ عنہ کے کندھے پر گٹھڑی لدوانا منظور نہ کیا۔

یہ ان خاک سارانِ جہاں کا شیوہ و وطیرہ تھا، جو حرمین شریفین، مصر و شام اور ارض حجاز کے مالک و والی تھے، آج کے امراء و والیان ریاست کے طنطنے و شوکت جو عام ہیں، ان کا اس زمانے کے مسند آرائے خلافت سے کوئی موازنہ و مقابلہ نہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

حکیمانہ تربیت کا آٹھواں واقعہ:......ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں شب گشتی کر رہے تھے کہ رعایا کے حالات و معاملات کا علم حاصل کر سکیں، یکا یک آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو مستانہ وار نشے میں مخمور لڑکھڑاتا گرتا پڑتا چلا آ رہا ہے، آپ نے سمجھ لیا کہ یہ شراب پی کر آ رہا ہے، آپ درہ لے کر اس کی طرف بڑھے تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینی شروع کر دیں، لوگوں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بڑھتے قدم رک گئے اور آپ نے اس کو درہ سے مارنے کی سزا دینے کا خیال ترک کر دیا تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے شرابی کو درہ کیوں نہیں مارا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں یہ درہ رضائے الٰہی کے تحت اسلام کے حق میں مارنا چاہتا تھا، لیکن جب اس نے گالیاں دینی شروع کیں تو میرے نفس کا غصہ بھی اس میں شریک ہوگیا، اب اگر ایسی صورت میں اس کو سزا دیتا تو اپنے نفس کے لئے دیتا جو رضائے الٰہی کے لئے نہ ہوتی، اس بناء پر میں نے اس کی سزا کا خیال ترک کر دیا۔ (۸)

اس واقعے کی روشنی میں معلوم کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی کیسی حکیمانہ تعلیم و تربیت فرمائی تھی کہ کبھی ان کے نفس کو دھوکا نہیں ہوا اور کبھی غلط راستے پر ان کا قدم نہیں بڑھا، برابر نفس پر کنٹرول رہا، تزکیۂ نفس کا یہ کتنا شاندار واقعہ ہے، وہ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ راست فیض یافتہ و تربیت یافتہ تھے، وہ کبھی نفس کے غصے کے دباؤ میں نہیں آئے۔ ﴿والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس﴾.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ ضمیری کا ایک واقعہ:...... حافظ ابن کثیر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ ضمیری کا واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سب سے بڑے جاہ وعزت والے تھے، آپ کے پاس بڑی جائیدادیں، کوٹھیاں، باغات اور خدام وملازمین تھے۔

ایک دفعہ کسی غلام کے متعلق کچھ لوگوں نے شکایت کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غلام سے ماجرا پوچھا اور اس کی باتوں پر اعتماد نہ کرکے اس کو سزا دی، یعنی اس کی گوشمالی کردی اور کہا کہ تو نے ایسا کام کیوں کیا ہے؟ وہ بار بار کہتا رہا کہ حضور میں اس معاملے میں بے قصور ہوں، آپ پھر سے معاملے کی تحقیق کرلیں تو آپ مجھ کو بے قصور پائیں گے، جب غلام چلا گیا تو آپ نے اس کے معاملات پر ازسرنو غور کیا تو واقعی غلام کو بے قصور پایا، آپ نے اپنے غلام کو آواز دی اور پکار کر کہا کہ تم جلدی آجاؤ، واقعی تم بے قصور ہو، جب غلام آگیا تو فرمایا کہ میں نے معاملے پر ازسرنو غور کیا تو تم کو بے قصور پایا اور جو سزا دی ہے، وہ بھی غلط ہے، بل کہ میں قصوروار ہوں، تم مجھ سے بدلہ لے لو، یہ میرا کان حاضر ہے، تم بھی اسے اچھی طرح مروڑو، تاکہ بدلہ پورا ہوجائے اور آخرت میں میری گرفت نہ ہو، غلام نے کہا کہ آپ مجھ سے بہتر ہیں، بھلا میں کس طرح ایسی جرات کرسکتا ہوں، تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم یہاں بدلہ نہیں لوگے تو مجھ کو آخرت میں بدلہ دینا پڑے گا، یہ کہہ کر آپ نے غلام کو پکڑا اور اپنے کان کے قریب اس کا ہاتھ لے جاکر فرمایا کہ اسے اینٹھ دو اور اچھی طرح مروڑ دو، جب غلام نے تعمیل حکم میں مروڑنا شروع کردیا تو فرمایا: حبذا قصاصا في الدنیا لاقصاص في الآخرۃ اے عثمان! تجھے مبارک ہو، تم نے دنیا ہی میں بدلہ دے دیا، آخرت میں بدلہ نہیں دینا پڑے گا، آپ نے غلام سے مزید فرمایا: اشدد علي کما شددتك ''یعنی جس سختی سے میں نے تمہارے کان کو اینٹھا ہے، اسی سختی سے تم بھی میرے کان کو اینٹھو، میں قیامت کے دن سے ڈرتا ہوں۔''

اس واقعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکیمانہ تعلیم وتربیت کا اور آپ کے شاندار تزکیۂ نفس وتطہیر قلب کا پتہ چلتا ہے، اس کا کتنا اچھا اثر اور پائیدار نتیجہ تھا کہ بڑے بڑے دولت مند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنی پاک ضمیری کی وجہ سے معمولی غلطی سے کانپ جایا کرتے تھے اور ان قدسی صفات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دلوں میں آخرت کا احساس اور خدا کا خوف ہر وقت مستحضر رہتا تھا، جس سے وہ کبھی غافل نہیں ہوتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تزکیۂ نفس وتطہیر قلب کا ایک شاندار واقعہ:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر رہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکیمانہ تعلیم وتربیت سے اپنے قلب اور ضمیر کو خوب روشن کیا، حالانکہ اہل عرب اپنے ابتدائی زمانے میں وحشت وجہالت اور بربریت کی زندگی گزار رہے تھے، ہر طرح کی بدی میں مبتلا تھے، حالی مرحوم نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ — فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ — ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ

جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے تو صدہا قبیلے جھگڑ بیٹھتے تھے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت سے جن پاک نفوس کی زندگیوں میں انقلاب آیا اور جن کے دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی تزکیے سے مزکی ومجلی ہوئے، ان میں اعلیٰ صفات کے مالک ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

آپ کے دل میں رضائے الٰہی کی تڑپ تھی اور اس کے لئے پورا اخلاص وجذبہ تھا، چنانچہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ میں ایک دشمن کو زیر کیا، اس کو زمین پر گرا کر اس کا سر کاٹنا چاہتے تھے کہ اس کافر نے بدلے کی کوئی تدبیر نہ پا کر اپنا غصہ اور نفرت ظاہر کرنے کے لئے اپنے تمام بلغم اور تھوک کو منہ میں جمع کیا اور آپ کے منہ پر تھوک دیا، ایسے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چاہئے تھا کہ اس کی سزا میں سختی کرتے اور اس کو بری طرح قتل کرتے، لیکن آپ نے ایسا نہ کیا، بل کہ اس کے سینے پر سے اتر گئے اور اس مشرک کو آزاد کر دیا، مشرک بہت متعجب ہوا اور پوچھا کہ میں آپ کے قبضے میں تھا، آپ مجھ کو قتل کرنا چاہتے تھے، آپ کے اوپر تھوک کر غصہ بھی دلایا تھا تو ایسا موقع پا کر مجھ کو آپ نے کیوں چھوڑ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پہلے میں تجھ کو اللہ کی رضا کے لئے قتل کرنا چاہتا تھا، لیکن جب تو نے میرے منہ پر تھوک دیا تو اس میں میرے نفس کا غصہ بھی شریک ہو گیا، ایسی صورت میں اگر میں تجھ کو قتل کرتا تو یہ اللہ کی رضا کے لئے نہ ہوتا، بل کہ اپنے نفس کے لئے ہوتا۔

اس مشرک نے آپ کے پاکیزہ جذبات اور نیک نیتی کی قدر کی اور بڑا اچھا اثر لیا اور کہا کہ جس دین میں تمام کام رضائے الٰہی کے لئے ہوتے ہیں اور جس میں اپنے نفس کی شرکت ذرا بھی نہیں ہوتی ہے وہ بہت ہی پاکیزہ مذہب ہے، دلوں پر اس کی حکمرانی ہے، نفسانیت وانانیت سے پاک صاف ایسا مذہب قابل تسلیم ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ مشرک نے اس حقیقت کو سمجھ کر اسلام قبول کر لیا۔(۹)

اب دیکھئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعے میں یہ بات وضاحت سے ثابت ہو گئی کہ ان کی پاکیزہ باطنی اور نیک نیتی نے کبھی یہ گوارہ نہ کیا کہ اس مشرک کو جس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا تھا، انتقاماً قتل کر ڈالتے، آپ نے اس کو آزاد کر دیا اور خدا کے لئے معاف کر دیا، آپ کے اس اعلیٰ اخلاق کا اس کے دل پر بہت اچھا اثر ہوا اور وہ حلقہ بہ گوش اسلام ہوا، یہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکیمانہ تعلیم وتربیت اور تزکیۂ نفس ہی کا کرشمہ تھا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تعلیم وتربیت اور تزکیۂ نفس کا ایک بہترین واقعہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو توحید ورسالت کی دعوت دی تو کچھ پاک باطن اور پاکیزہ نفوس ایسے تھے، جنہوں نے آپ کی دعوت توحید ورسالت کو قبول کیا اور آپ کے ساتھ جان ومال سے اپنی فدائیت کا ثبوت دیا، پھر آپ کی تربیت وتزکیے کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ حوادث زمانہ وگردش ایام سے کبھی مضمحل اور کمزور نہ پڑے، اگرچہ کافروں اور مشرکین مکہ نے ایسے مسلمان ضعفا پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، انہیں ہر طرح سے ابتلا وآزمائش میں ڈالا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی تعلیم وتربیت کا جو پختہ رنگ ان پر چڑھ چکا تھا، وہ ہمیشہ قائم رہا اور کبھی پھیکا نہ پڑا، ظلم وزیادتی کے ماحول میں بھی ان کی استقامت میں کوئی کم زوری وخستگی نہیں آئی، بل کہ ہر وہ طرح سے ثابت قدم رہے۔

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ان کے ایمان لانے اور حلقہ بہ گوش اسلام ہونے کے سبب ان کے آقا امیہ بن خلف نے ان کو طرح طرح کے ظلم وستم کا نشانہ بنایا، ان کو اوباشوں کے سپرد کرتا، جو ان کو گھسیٹ کر ریگ زاروں میں لے جاتے اور چلچلاتی ہوئی دھوپ میں ننگی پیٹھ کے بل تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے اور اوپر سے ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتے کہ جنبش نہ کر سکیں اور ان کا آقا امیہ بن خلف آکر کہتا: لاتزال هكذا حتى تكفر بمحمد وتؤمن باللات والعزى ''یعنی تم اس طرح کے عذاب میں مبتلا کیے جاؤ گے جب تک کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کا انکار نہ کرو گے اور ہمارے بتوں، لات وعزی پر ایمان نہیں لاؤ گے، لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی عقیدت ومحبت کا اتنا گہرا اثر تھا کہ اس سخت مصیبت کے عالم میں بھی اپنی زبان سے یہ صدا بلند کرتے تھے، اللہ احد، اللہ احد ''یعنی اللہ کی وحدانیت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دم بھرتے تھے۔'' اور بزبان شاعر یہ اعلان کرتے تھے:

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

علامہ اقبالؒ نے ان کی اس استقامت کا حال اپنے دو شعروں میں اس طرح پیش کیا ہے:

وہ آستاں نہ چھوٹا تجھ سے ایک دم کے لئے　　کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں　　ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزہ ہی نہیں

اس روشن وتابناک واقعے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص دعوت توحید میں کتنا گہرا رنگ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کا کتنا زوردار اثر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہر مشکل، ہر پریشانی کو آسانی سے جھیل لیتے تھے، اس میں لذت وسرور محسوس کرتے تھے اور کسی حالت میں بھی پایۂ ثبات میں لغزش نہیں آنے دیتے تھے، مشرکین مکہ کی یہ سزا ایک طرف رہتی تھیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تعلیم وتربیت اور تزکیۂ نفس کا گہرا اثر دوسری طرف رہتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید وتزکیۂ نفس کا پلہ تمام جور وستم اور حرص وہوس پر غالب رہا، متنبی نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

عذل العواذل حول قلبي التائه　　وهوى الأحبة منه في سودائه

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پاک نفوس کے نقش قدم پر چلائے اور ہمارے قلب کو بھی اسلام کی سچی تعلیم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت سے ہمیشہ سرشار رکھے۔

☆......☆......☆